اردو شعر وادب پر فارسی کے اثرات: چند پہلو

ڈاکٹر علی بیات، ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف تہران، ایران
ڈاکٹر عمران ظفر، چیئرمین شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج جھنگ

Abstract:

Just as the Indian Subcontinent accepted the effects of the Persian culture and civilization, in view of the geographical relations with its neighbor Iran, Urdu language and literature employed the Persian poetic tradition and language and literature as much as they could. The influence of Persian on Urdu language and literature is the proof that the ancestors of the young generation who speak and understand Urdu in the present times have benefited from Iranian culture and civilization, for centuries, a cultural spring that is one of the world's oldest and dominant civilizations. So they need to strengthen their relationship even more than ever. The existence of Persian words and dialects in Urdu language is the argument for undeniable collaborations between the people of the two regions and collaborations play a vital role in strengthening the relationships. Of course, the collaborations in The Indian Subcontinent and Iran are very wide. A manifestation of which is the existence of these collaborations in Urdu poetry and literature. Of course, study of these collaborations can be very pleasant and enjoyable.

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کی کوئی زبان بھی ایسی نہیں جس نے کسی دوسری زبان کے اثرات نہ قبول کیے ہوں۔ دنیا میں زبانوں کے مختلف خاندان موجود ہیں جن کا آپس میں لینا دینا چلتا رہا ہے۔ زبان ایک دوسرے کے ساتھ کبھی ماں بیٹی کا تعلق رکھتی ہیں، کبھی بہنوں کا اور کبھی سہیلیوں یا پڑوسنوں والا رشتہ نکل آتا ہے۔ یوں الفاظ کا لین دین بھی فطری عمل ہے۔ موجودہ دور میں انگریزی زبان کو بین الاقوامی زبان کا درجہ حاصل ہے اس کے ذخیرہ الفاظ کا بھی جائزہ لیا جائے تو اس میں لاطینی اور فرانسیسی الفاظ کی کثیر تعداد ملتی ہے، جسے قطعی طور پر معیوب نہیں گردانا جاسکتا۔ بلکہ یہ امر کسی زبان کے زندہ زبان ہونے کو ثبوت قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہی صورت حال آریائی زبانوں اور ان کے خاندان کی بھی ہے۔ اردو کے ادیب وانشا پرداز مولانا محمد حسین آزاد نے زبان اردو کو فارسی کی "دختر زیبای فارسی"

جیسے خطاب ولقب سے نوازا تھا اور ان کے اس خیال ہی کو مستقبل کے بیشتر محققین و ماہرین زبان نے بنیاد بنا کر بیش بہا تحقیقات سرانجام دی ہیں۔ بہر طور فارسی اور اردو کا تعلق ماں بیٹی کا ہو یا دو چچازاد بہنوں کا، یہ تعلق سچا، پرانا اور گہرا ہے۔ اردو قارئین کی جدید نسل کی خاص طور پر اور اردو کے تمام پرستاروں کی مجموعی طور پر توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا ضروری ہے کہ فارسی اور اردو کے تعلقات اتنے اہم اور ناقابل انکار ہیں کہ ہمیشہ اور ہر زمانے میں ان پر توجہ اور ان کو زندہ و برقرار رکھنا ضروری ہے۔

ایران اور برصغیر دو ہمسائے ہیں۔ ہمسایوں کے روابط باہمی تفاہم اور احترام کی بنیاد پر ہوتے ہیں اور یہ تفاہم اور احترام دونوں خطوں کی سلامتی کا ضامن ہے۔ ان دونوں خطوں کے تعلقات کئی ہزار سال سے قائم ہیں۔ جس کی ایک اہم وجہ جغرافیائی محل وقوع کی ہے۔ جغرافیہ کی بات ہو تو یہ بھی بتانا خالی از لطف نہیں کہ از منہ ء قدیم سے اب تک ایران کا مشرقی علاقہ اور برصغیر کا مغربی علاقہ ان روابط کا اہم مرکز رہا ہے اور قطعی طور پر یہاں ایرانی اور ہندوستانی ثقافت کے اشتراکات زیادہ گہرے نظر آتے ہیں۔ خراسان اور ہرات میں بولی جانے والی فارسی زبان کی طرز یعنی گفتار دری ہی برصغیر ہندو پاک میں رائج ہے۔

ہر ملک کی ادبیات، اس ملک کی ثقافت کا مظہر ہوتی ہے۔ فارسی اور ایرانی ثقافت کو سیاسی، معاشی اور معاشرتی وجوہات کے ساتھ ساتھ، فارسی ادبیات کے ذریعے بھی ہندوستان کی اہم زبانوں میں رائج ہونے کا موقع ملا۔ اس لیے اردو زبان و ادب پر فارسی زبان و ادبیات کے گہرے نقوش نظر آتے ہیں۔ زیر نظر مقالے میں اردو شاعری پر فارسی زبان و ادبیات کے اثرات کا مختصر جائزہ لیا جائے گا۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہ اثرات اتنے پختہ، راسخ اور وسعت کے حامل ہیں کہ ان پر مفصل گفتگو کے لیے بہت وقت درکار ہے۔ اس لیے چند نکات ہی پیش خدمت ہو سکتے ہیں۔

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ اردو شعر و ادب کا کلاسیکی اور جدید سرمایہ فارسی/ایرانی ثقافت اور ادبیات کے بالواسطہ اور بلاواسطہ اثرات سے مزیّن ہے۔ شعرائے کرام نے نہ صرف فارسی مضامین کو اردو کے قالب میں ڈھالا، بلکہ کمال مہارت سے فارسی تراکیب، ضرب الامثال اور محاوروں کو کہیں ترجمہ کر کے اور کہیں براہ راست شعر کا حصہ بنا دیا ہے، جن کی تعداد سینکڑوں نہیں ہزاروں میں ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر تحسین فراقی کی رائے بلاشبہ بہت اہم ہے کہ: "۔۔۔ ہمارا بیشتر کلاسیکی سرمایہ، ایرانی ثقافت و ادب کے لاتعداد عناصر اپنے اندر سمیٹے اور سموئے ہوئے ہے۔ کہیں تراکیب کی صورت میں، تو کہیں تضمینات و مضامین کی شکل میں، کہیں اصناف کی صورت میں تو کہیں ہیئتوں کے تنوع کے باب میں، کہیں بحور و اوزان کی صورت میں تو کہیں محاورات و ضرب الامثال کے ضمن میں۔ بیان و صنائع کی

متعدد صورتیں بھی فارسی شعر سے ماخوذ و مستفاد ہیں اور علائم و رموز کا ایک بڑا سرمایہ بھی فارسی شاعری ہی سے اردو کا حصہ بنا۔ "(تحسین فراقی، ص ۱۳-۱۴)

اردو شاعری کے کلاسیکی سرمائے کا طائرانہ جائزہ لیں تو فارسی زبان و ادبیات سے فیض اٹھانے والوں میں پہلا نام ولی دکنی کا نظر آتا ہے جنھیں طویل عرصے تک اردو غزل کا باوا آدم بھی کہا گیا۔ ولی دکنی کو شاہ سعد اللہ گلشن نے یہ مشورہ دیا تھا کہ "ایں ہمہ مضامین فارسی کہ بیکار افتادہ اند در ریختہ خود بکار ببر، از تو کہ محاسبہ خواہد کرد" (سلیم اختر، ص ۸۷) یعنی فارسی کے ان مضامین کو جو اس وقت بلا استفادہ پڑے ہیں، ان کو اپنے ریختے میں استعمال کرو، کون تم سے پوچھ گچھ کرے گا؟ ولی نے نہ صرف اس مشورے کو بغور سنا، بلکہ اس پر عمل بھی کیا۔ نتیجتاً انھیں، تو فارسی ادب کا سرمایہ ایک بحرِ بے کراں کی طرح نظر آیا اور انھوں نے اس بحر میں غوطہ زنی کر کے بہت سے دُرِ شاہوار دامن میں سمیٹے اور اردو شاعری کو تحفے میں عطا کیے۔ ان بیش بہا موتیوں سے اردو شاعری مالا مال ہوئی۔ ڈاکٹر امجد ساجد، شاہ سعد اللہ گلشن کی اس استادانہ نصیحت اور اس کے نتائج کے بارے میں لکھتے ہیں: "۔۔۔ولی نے اس مشورے کو قبول کیا اور ولی کے دیوان کی ہمراہی میں اردو شاعری نے فارسی مضامین کے ساتھ اپنے سفر کا آغاز کیا۔۔۔ایران کے مخصوص تمدن نے عشق۔۔۔، جفائے محبوب، عاشق کی بے حمیتی، رقیب و رقابت، رندی و مے کشی، تصوف، فلسفہ، اخلاق، مدح و ذم وغیرہ کو فارسی شاعری کے بنیادی مضامین بنا دیا تھا۔ تقریباً انہی موضوعات کی گونج اردو شاعری میں سنائی دیتی ہے۔" "(ساجد امجد، ص ۱۶۶) ولی کے کلام میں فارسی سے اثر پذیری کے نمونے بہ آسانی تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ امیر خسرو کی ایک غزل کے یہ دو اشعار ملاحظہ فرمائیں جن کی پیروی ولی نے کی ہے۔ خسرو لکھتے ہیں:

؎ جان ز تن بردی و در جانی ہنوز
دردہا دادی و درمانی ہنوز

(تو نے جسم سے جان کو غارت کیا اس کے باوجود پھر بھی جان کے اندر ہے۔ تو نے بہت سے درد دیئے، اس کے باوجود درمان بھی تو ہے۔)

؎ ملک دل کردی خراب از تیغ ناز
و اندرین ویرانہ سلطانی ہنوز

(تیغ ناز سے تو نے ملک دل کو ویران کر دیا، اس کے باوجود اس ویرانے کا سلطان اب بھی تو ہے۔)

ولیؔ نے اس زمین میں شعر یوں لکھا ہے:

؎ تو ہے رشکِ ماہِ کنعانی ہنوز
تجھ کوں ہے خوباں میں سلطانی ہنوز

فارسی کے مشہور شاعر نظیری نشاپوری کا ایک شعر ہے:

؎ نہ چنان گرفتہ ای جا بہ میان جان شیریں
نہ تو ان تو راو جان را ز ہم امتیاز کردن

(تو نے میٹھی جان میں ایسی جان بنادی ہے کہ تجھے اور جان کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ممکن نہیں۔)

ولی نے اسی مضمون کو اردو میں اس طرح بیان کیا ہے:

؎ ایسا بسا ہے آکر تیرا خیال جیو میں
مشکل ہے جیو سوں تجھ کو امتیاز کرنا

(جمیل جالبی، ج اول، ص ۵۵۳) ایک اور مثال دیکھیے:

نظیری لکھتے ہیں:

؎ تحقیق حال ما ز نگہ می توان نمود
حرفے ز حال خویش بہ سیما نوشتہ ایم

(ہمارے حال کی تحقیق ہماری نگاہ سے کی جاسکتی ہے۔ ھم نے اپنے حال پر ایک لفظ اپنی صورت پر لکھا ہے۔)

ولی دکنی کے کلام میں اسی مضمون کو پیش کرنے کا انداز یہ ہے:

؎ پیتم نے قدم رنجہ کیا میری طرف آج
یہ نقش قدم "صفحہ سیما "پہ لکھا ہوں

(جالبی، ج ۲، ۳۳)

حافظ شیرازی کی پیروی کرتے ہوئے، ولی دکنی تابع سے زیادہ شعر کے مترجم نظر آتے ہیں۔ حافظ شیرازی کا یہ شعر دیکھیے:

؎ قیمت درّ گرانمایہ چہ دانند عوام
حافظا گوہر یکدانہ مدہ جز بہ خواص

(عام لوگ بیش قیمت موتی کی قیمت کیا جانیں۔اے حافظ یکتا گوہر کو صرف خواص کو پیش کر!)

اور اب ولی کا اردو شعر دیکھیں:

ے اے ولی قدر تیرے شعر کی کیا بوجھے عوام
اپنے اشعار کوں ہرگز نہ تو دے جز بہ خواص

ے ولی جن نے نہ باندھا دل کوں اپنے نونہالاں سوں
نہ پایا ان نے پھل ہرگز جہاں میں زندگانی کا

ے نہ جاؤں صحن گلشن میں کہ خوش آتا نئیں مجھ کوں
بغیر از ماہ رو ہرگز تماشا ماہتابی کا

(نورالحسن ہاشمی، ص ۲۶)

ایسے بہت سے فارسی محاورات اور مرکب افعال کا ذکر کیا جا سکتا ہے کہ جن کو ولی اور ان کی پیروی میں اردو کے کلاسیکی دور کے دیگر شعرانے فارسی سے اخذ کر کے اردو شاعری کا جزو بنایا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ : "فارسی محاوروں اور روزمرہ کے ترجموں کا یہ رجحان نہ صرف ولی کے بعد کے دور میں نظر آتا ہے، بلکہ میر، سودا، ناسخ و آتش، میر حسن و انیس اور غالب و اقبال تک قائم رہتا ہے۔" (جمیل جالبی، ج اول، ص ۵۵۵)

میر تقی میر بھی فارسی مضامین، ضرب الامثال، محاورات، صنائع بدائع کے استعمال اور ایرانی ثقافت سے استفادہ کے حوالے سے، ولی دکنی کے نقش قدم پر چلتے نظر آتے ہیں۔ میر کے کلام سے فارسی تراکیب مثلاً: "کشتہ ستم"، "رھروان راہ فنا"، "کشتگان عشق"، "عھد وفای گل"، "صفحہ ھستی"، "جریدۂ عالم" جیسی سیکڑوں مثالیں ان کے کلام میں سے پیش کی جا سکتی ہیں، جن کو انھوں نے یا براہ راست فارسی ادب سے اخذ کیا یا اپنی فارسی دانی کی بدولت خود ایجاد کیا۔ میر کے اردو کلام کے ساتھ فارسی شاعری کی اہمیت بھی مسلّمہ ہے۔ ان کے ہاں بعض مضامین کہیں جزوی اور کہیں کلّی حوالے سے فارسی اور اردو دونوں زبانوں کس اشعار میں ملتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا کہ میر فارسی مضامین اور اسالیب سے مستفیض ہوئے ہیں، لیکن ان کے کلام میں دلچسپ صورتحال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ ایک مصرع فارسی اور ایک مصرع اردو میں لکھتے ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

ے قامت خمیدہ، رنگ شکستہ، بدن نزار
تیرا تو میر غم میں عجب حال ہوگیا

(فرمان فتحپوری، ص ۱۵۱)

میر کے کلام میں فارسی تراکیب کا انداز اور خوبصورتی دیکھیے:

؎فراق و "حسرتِ وصل"، "آرزوئے شوق"
میں ساتھ "زیرِ خاک" بھی ہنگامہ لے گیا

(جمیل جالبی، ج دوم، ص ۶۰۹)

؎دل سے "شوق رخ نکو" نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

(یوسف حسین، ص ۳۹۵)

؎"صد رگ جاں" کو تاب دے باہم
تیری زلفوں کا ایک تار کیا

(ایضاً، 401)

ان کے علاوہ صوفیانہ شاعری کی بنیادی روایت بھی فارسی ہی سے اردو میں آتی ہے۔ میر اور میر درد کے بعد مرزا محمد رفیع سودا کی شاعری اور خاص طور پر ان کی غزلوں میں بھی فارسی ادب سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ سودا نے مضامین اور اسالیب سے خوبی مہارت کے ساتھ فارسی شاعری سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مثلاً ان کا یہ شعر:

؎کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

نظیری کے اس شعر کا ترجمہ ہے:

؎بوی یار من از این سست وفا می آید
ساغر از دست بگیرید من از کار شدم

سودا کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے جس میں فارسی کے مشہور شاعر، قدسی مشہدی کے مضمون کو ترجمہ کر دیا گیا ہے:

؎آلودۂ قطرات عرق دیدہ جبین را
اختر ز فلک می نگرد روی زمین را

؎آلودہ قطرات عرق دیکھ جبین کو
اختر پڑے جھانکے ہیں فلک پر سے زمین کو

آپ کی دلچسپی کے لیے یہاں ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔ پہلے سودا کا یہ شعر سنیے:

راز دیر و حرم افشا نہ کریں ہم ہرگز
ورنہ کیا چیز ہے یا اپنی نظر سے باہر

اب حافظ شیرازی کا شعر سنیے جس سے سودا نے بھرپور فیض حاصل کیا ہے:

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز
ورنہ در محفل رندان خبری نیست کہ نیست

(ایضاً، ص ۶۷۷)

سودا کے کلام میں فارسی شاعری سے استفادہ کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں: "سودا کی غزل میں مضامین، علامات، تصور حسن و عشق، تشبیہات و استعارات، صنایع و بدایع اور معیار شاعری وغیرہ وہی ہیں جو فارسی شاعری میں ملتے ہیں۔" (ایضاً، ص ۶۷۸) کلاسیکی دور کے اکثر شعرا کی شاعری سے ایسی مثالیں سینکڑوں کی تعداد میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جدید دور کے شعرا کے ہاں بھی یہ رویہ پایا جاتا ہے۔ ذیل میں بیسویں صدی کے چند ایک شاعروں کے کلام میں فارسی کے اثرات پر مختصر بحث کی جائے گی:

بیسویں صدی کے رئیس المتغزلین، حسرت موہانی کی شاعری میں، فارسی کی پیروی ان کے لاشعور میں شامل ہے۔ وہ فارسی زبان کے الفاظ و تراکیب کو اردو شاعری میں استفادہ کرنے کی جس روایت کا آغاز ولی دکنی اور ان سے پہلے اور بعد کے اردو شعراء نے کیا تھا، بہت خوبصورتی سے آگے بڑھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ذیل کے شعر میں "گیسوئے یار" اور "بوئے یار" کی تراکیب، فارسی کی مشہور اور کثیر الاستعمال تراکیب میں سے ہیں۔

نکلتے گیسوئے یار آنے لگی
آرزو کو بوئے یار آنے لگی

(سید عابد علی عابد، ص ۱۲۰)

ذیل کے شعر میں "حُسن بے پروا"، "خود بیں"، "خود آرا" اور "اظہار تمنا" فارسی کی خوبصورت تراکیب ہیں۔

حسن بے پروا کو خودبین و خودآرا کردیا
کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کردیا

گوپی چند نارنگ صاحب لکھتے ہیں: "اس عام مل جل کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ شمال مغربی ہندوستان میں فارسی کا اچھا خاصہ چلن ہو گیا اور دیسی زبانوں پر اس کے اثرات سے وہ مشترک زبان تشکیل پانا شروع ہوا جو آگے چل کر مشترکہ ہندوستانی تہذیب کی بہترین ترجمان بن گئی۔" (گوپی چند نارنگ، ص۷۹)

جدید اور معاصر اردو شعر و نثر کی تخلیقات کا اس پہلو سے بہت کم جائزہ لیا گیا ہے۔ اس لیے اس موضوع پر تحقیقی کاوشوں سے بہت سے پر لطف نکات سامنے آتے ہیں۔ مثلاً اگر ہم جدید ادبی تخلیقات کے عناوین کو دیکھیں، ایسے ایسے عنوانات سامنے آئیں گے جن کی ساخت یا مکمل فارسی ہے یا فارسی الفاظ کے استعمال ہی سے وہ عنوان پورا مفہوم ادا کرنے کا قابل بنا ہے۔ ذیل میں بعض شعراء اور مصنفین کے کارناموں کی ایک فہرست پیش خدمت ہے:

۱۔ علامہ اقبال کے اردو شعری مجموعے: بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، ارمغان حجاز

۲۔ جوش ملیح آبادی: آوازۂ حق، شعلہ و شبنم، فکر و نشاط، حرف و حکایت، سیف و سبو، عروس ادب

۳۔ اختر شیرانی: صبح بہار، لالہ طور، طیور آوارہ

۴۔ حفیظ جالندھری: شاہنامہ اسلام، نغمہ زار، سوز و ساز، تلخابہ شیرین، چراغ سحر

۵۔ فیض احمد فیض: نقش فریادی، دست صبا، دست تہ سنگ، سر وادی سینا، نسخہ ہائے وفا

۶۔ کشور ناہید: لب گویا، سوختہ سامانی دل، باقی ماندۂ خواب، ورق ورق آئینہ

۷۔ احمد فراز: تنہا تنہا، درد آشوب، شب خون، نایافت، پس انداز موسم

۸۔ محسن نقوی: ریزۂ حرف، بند قبا، برگ صحرا، عذاب دید، طلوع اشک، رخت شب، خیمہ جان، موج ادراک

۹۔ منیر نیازی: آغاز زمستان، ساعت سیار

۱۰۔ پروین شاکر: خوشبو، صد برگ، خود کلامی، ماہ تمام

۱۱۔ افتخار عارف: مہر دو نیم، حرف باریاب، کتاب دل و دنیا

تقریباً اکثر اردو شعراء اور مصنفین کے مجموعہ ہائے کلام اور نثری تخلیقات کے نام اور عنوانات، کسی نہ کسی طرح فارسی یا فارسی آمیز ہیں۔ مذکورہ بالا فہرست صرف مشتے نمونہ خروار کے طور پر پیش ہوئی ورنہ ایسے عنوانات کی فہرست سیکڑوں صفحے پر مشتمل ہو سکتی ہے۔ اس منظر سے ن۔م راشد اور فیض احمد فیض کے کلام میں کچھ نظموں کے عنوانات اور اسی عنوانات کے تحت چند اشعار اور اشعار کے اندر کچھ الفاظ اور تراکیب کو دیکھیے جو فارسی میں ہیں اور وہ بھی ایسے فارسی الفاظ و تراکیب کہ کبھی موجودہ فارسی سے ان کے مفاہیم ایک ہی ہے۔ علامہ اقبال اور ان کی شاعری

میں اس خصوصیت کو اس لیے نظرانداز کرتے ہیں کہ ان کی فکری اور شاعرانہ عظمت کے اعتراف میں بہت سے مضامین اور کتابیں اردو، فارسی اور دیگر زبانوں میں اس موضوع پر بھی قابل قدر کام ہوئے ہیں۔

ن۔م راشد:

ن. م راشد کی شاعری اور ان کے فارسی شعر و شاعری سے اثرپذیری مشہور زمانہ ہے۔ انہوں نے کئی سال دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں اور اس کے بعد ۶۰ کی دہائی میں فارن سروس کے سلسلے میں ایران میں گزارے۔ میرا خیال ہے کہ یہ اردو ادبیات کے لیے اور خاص طور پر جدید اردو نظم کے لیے قیمتی موقع تھا کہ ن۔م راشد ایران آئے اور ایران آکر فارسی ادبیات کے سرچشمہ ہائے حیات بخش سے براہ راست فیضیاب ہوئے۔ میں بطور فارسی زبان قاری ان کے کلام کو پڑھ کر بہت لطف اندوز ہوتا ہوں کہ انہوں نے کس خوبصورت انداز میں جدید اردو نظم میں فارسی الفاظ و تراکیب اور محاسن شعری کو یکجا کر دیا ہے۔ سیدہ نزہت صدیقی نے روزنامہ "نیازمانہ" بابت ۱۰ مارچ ۲۰۱۹ء میں ن۔م راشد کے کلام میں فارسی الفاظ و تراکیب کے بارے میں لکھا ہے "راشد کی شاعری میں فارسی الفاظ و تراکیب کی بھرمار کا الزام لگایا جاتا ہے۔ وہ شعر اور زبان کے استعمال کو خوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے کہیں بھی غیر ضروری لفظ کا استعمال نہیں کیا، اس لیے بھرمار کا الزام تو سراسر بے انصافی ہے۔۔۔ مجھے یہ لگتا ہے کہ اگر انہیں دنیا میں دوبارہ آنے کا موقع ملے تو ہرگز کوٹ بگہ پنجاب میں پیدا نہیں ہوں گے بلکہ یا تو اصفہان میں، مے ناب قزویں سے شوق فرماتے ہوئے پائے جائیں گے یا مجذوب شیرازی کی درگاہ پہ عالم جذب میں کہ یہ بھی نشہ مے سے کم نہیں۔(سیدہ نزہت صدیقی، نیازمانہ)

ان کے کلام میں فارسی الفاظ و تراکیب اور ان کی معنویت کی کچھ نمونے ملاحظہ فرمائیں: بجھ گئی "شمع ضیا پوش جوانی" میری۔۔۔ مجھ کو اک بار وہی "کوہ کنی" کرنے دو/اور وہی "کاہ بر آوردن" بھی/(راشد، ص۵۶)

آج اس "ساعت دزدیدہ و نایاب" میں بھی / جسم ہے خواب سے "لذت کش خمیازہ" ترا۔۔۔/ایضاً، ص۶۸)

جسم و روح میں آہنگ نہیں/"لذت اندوز دلآویزی موہوم" ہے تو/"خستہ کش مکش فکر و عمل" ایضاً، ص۷۱)

میں ہوں "درماندہ و بےچارہ ادیب/"خستہ فکر معاش/" پارہ نان جوین" کے لیے محتاج ہیں ہم۔(ایضاً، ص۹۳)

ن۔م راشد کی نظموں میں سے مذکورہ بالا مثالیں صرف ان نظموں سے ماخوذ ہیں، جن کے عنوانات فارسی ہیں۔ بعض ایسی نظمیں بھی ہیں جن کے عنوانات فارسی تو نہیں، لیکن ان میں فارسی جدید کے الفاظ و تراکیب اس طرح اردو الفاظ کے ساتھ ہم آہنگ ہوئے ہیں کہ جن کی معنویت میں مزید بڑھ گئی ہے: نظم "رخصت" کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

" گہوارۂ آلام خلش ریز" ہے یہ رات
" اندوہ فراواں" سے "جنوں خیز" ہے یہ رات
تسکین دل و دیدۂ گریاں" نہیں ہوتی

(ایضاً، ص ۲۰)

"سباویراں" کے تحت جو نظم ہے وہ اس قدر فارسی آمیز ہے کہ یوں نظر آتا ہے کہ اس نام کے تحت جو نظم ن۔م راشد نے لکھی ہے، ایک فارسی نظم تھی جس پر کچھ الفاظ و حروف کے ساتھ اردو کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ اس نظم کا ایک حصہ ملاحظہ ہو:

"سلیماں سر بزانو" اور "سباویراں"
"سباویراں" "سبا آسیب کا مسکن
سبا آلام کا" انبار بے پایان"
"گیاہ و سبزہ و گل" سے جہاں خالی
ہوائیں "تشنہ باراں"
طیور اس دشت کے "منقار زیر پر" "تو" سرمہ در گلو انساں" (ایضاً، ص)

فیض احمد فیض:

اوپر فیض کی شاعری کے مجموعوں کا ذکر ہو گیا ہے۔ "نقش فریادی" کی فارسی ترکیب اگرچہ ان کی اپنی ایجاد نہیں اور انہوں نے غالب کی اس مشہور غزل کے مطلع سے اس کو اخذ کر لیا ہے جو کہ خود لفظاً اور معناً فارسی آمیز ہونے کی وجہ سے مثال ہے:

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

لیکن یہ بات واضح ہے کہ اس ترکیب کی معنویت کے گہرے ادراک کے بعد، انہوں نے اپنی شاعری کے پہلے مجموعے کے نام کے لیے انتخاب کیا ہے۔ان کے دیگر مجموعوں کی نام بھی دلچسپ ہیں: "دست صبا" ایک فارسی استعاری ترکیب ہے۔ "زنداں نامہ "خود حبسیات کے لیے ایک مناسب متبادل ترکیب ہے۔ "دستِ تہِ سنگ" بالکل برصغیر کی فارسی والی ترکیب ہے۔ ایرانی فارسی میں "تہ" کی جگہ "زیر" کا لفظ ایسی تراکیب میں استعمال ہوتا ہے۔" سرِ وادیِ سینا"، " شامِ شہرِ یاراں" اور "غبارِ ایام" بھی فارسی تراکیب اور اسم با مسمی ہیں۔ "نسخہ ہائے وفا" کی فارسی ترکیب بھی غالب سے مستعار ہے۔ ذیل میں ان کی بعض نظموں کے عنوانات اور ان میں موجود فارسی الفاظ و تراکیب دیکھیے:

حسن "مرہونِ جوشِ بادہ ناز "/
عشق "منت کشِ فسونِ نیاز "/
وقفِ سوز و گداز، سوزشِ دردِ دل، خوفِ ناکامیِ امید (فیض، ص ۱۲-۱۱)
عشق "منت کشِ قرار "نہیں
حُسن "مجبورِ انتظار "نہیں۔۔۔/
"مے بہ اندازہ خمار "نہیں (ایضاً، ۱۷-۱۸)
"خوشا نظارہ رخسارِ یار "کی ساعت
"خوشا قرارِ دلِ بے قرار "کا موسم
"حدیث بادہ و ساقی "نہیں تو کس مصرف
"خرامِ ابرِ سرِ کوہسار "کا موسم (ایضاً، ص ۳۱)
مرزا غالب کی ایک غزل کا مطلع:

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی زِ ادا ہے
داغ دل بے درد نظرگاہ حیا ہے
(مرزا غالب، ص ۲۲۱)

فیض احمد فیض نے اپنے اس مجموعے کا نام "دست تہ سنگ" کو، مرزا غالب کی اسی غزل کے ایک شعر:

مجبوری و دعوائے گرفتاری الفت

دست تہ سنگ آمدہ پیمان وفا ہے

(فیض، ص ۲۳-۲۴)

سے اخذ کیا ہے۔ "دست تہ سنگ آمدہ" کا مفہوم "وہ ھاتھ جو پتھر کے نیچے آیا ہو" ہے۔ فیض نے غالب کے مذکورہ بالا شعر کو اپنی غزل کے مقطع کا مقطع بنایا ہے۔ فیض کی اس غزل میں مذکورہ ذیل فارسی تراکیب دیکھیے: زندانِ رہِ یار، زنجیر بکف، بند بپا، مجبوری و دعوای گرفتاری الفت/ دستِ تہِ سنگ آمدہ پیمانِ وفا ہے (ایضاً، ص ۲۴)

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے اس قول کو کہ "یہ حقیقت ہے کہ فیض احمد فیض نے اردو شاعری میں نئے الفاظ کا اضافہ نہیں کیا تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے نئے اظہاری پیرایے وضع کیے اور سینکڑوں ہزاروں لفظوں، ترکیبوں اور اظہاری سانچوں کو ان کے صدیوں پرانے مفاہیم سے ہٹا کر بالکل نئے معنیاتی نظام کے لیے برتا اور یہ اظہاری پیرایے اور ان سے پیدا ہونے والا معنیاتی نظام بڑی حد تک فیض کا اپنا ہے۔" (گوپی چند نارنگ، روزنامہ نوائے وقت) فیض کے ہاں فارسی الفاظ و تراکیب پر بھی صادق آتا ہے۔

اردو شاعری میں صرف شعری تعبیرات ہی کو نہیں برتا گیا بلکہ شعری اوزان میں بھی فارسی ہی کی پیروی کی گئی۔ تاہم بعض اوقات تصرفات بھی کیے گئے ہیں۔ فارسی شعرا کی پسندیدہ بحور اور اوزان میں شعر کہنے کی شعوری کوشش کی گئی ہے۔ جیسے بحر ھزج، بحر رجز، بحر رمل، بحر متدارک، بحر منسرح، بحر مجتث، بحر سریع اور بحر خفیف کے نام بطور لیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح صنائع بدائع کے حوالے سے بھی فارسی شعری روایت کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جن میں اشتقاق، شبہ اشتقاق، تجنیس، جامع الحروف، ذو قافتین، ذولسانین، منقوط اور غیر منقوط کی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی اسی حوالے سے ایک اور اہم پہلو کی طرف متوجہ کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قافیے کے بارے میں جو قوانین اساتذہ فن نے فارسی میں بنائے اردو شعرا نے ان کی نہ صرف پیروی کی ہے بلکہ فارسی کے عظیم شعرا نے جو قوافی استعمال کیے ہیں اردو شعرا نے انھیں برت کر اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔" (محمد صدیق خان شبلی، ص ۵۲-۵۳)

اردو شاعری ھی نھیں اردو نثر بھی شروع سے فارسی کے زیر اثر رہی۔ صوفیاء کرام کی مذہبی اور اخلاقی تخلیقات سے لے کر سب رس اور اس کے بعد نوطرز مرصّع، باغ و بہار اور اکثر اردو داستانوں پر فارسی تہذیب و ثقافت

کے اثرات واضح اور سامنے کی بات ہے۔ قصہ چار درویش ھی کو لیجیے۔ یہ قصہ " بارھویں صدی ہجری کی تخلیق ہے اور جیسے الف لیلہ کا کوئی ایک مصنف نہیں ہے بلکہ پوری تہذیب نے اپنی تخلیقی قوتوں سے اسے جنم دیا ہے، اسی طرح قصہ چار درویش بھی کئی ارتقائی منازل سے گزر کر اپنی اس صورت تک پہنچا ہے یہ قصہ نہ ہندی الاصل ہے اور نہ فارسی الاصل بلکہ ان دونوں تہذیبوں کے صدیوں کے میل ملاپ کا نتیجہ ہے. اس میں مختلف ایرانی و ہندوستانی عناصر ایک دوسرے سے گھل مل کر ایک ایسی شکل اختیار کر گئے تھے کہ ان کو پہچاننے کے باوجود الگ کرنا مشکل تھا (جمیل جالبی، ج دوم، ص ۱۰۹۸)

فارسی ادب کی بہت سی ضرب الامثال اور تلمیحات کو بھی شاعروں اور ادیبوں نے اردو ادب میں روشناس کرایا ہے۔ اس طرح اردو زبان کے ادبی سرمایے میں اضافہ کے ساتھ ساتھ، بطور زبان بھی اس کو مزید توسیع کے مواقع ملے ہیں۔ یہ ضرب الامثال اور تلمیحات، تشبیہات اور ترکیبات زبان میں ایسے شامل ہوئے ہیں کہ اردو زبان لوگ ان کو اپنی زبان کے سمجھتے ہیں اور صورتحال یہ ہے کہ عوام کو شاید اس بات کی آگاہی بھی نہ ہو کہ یہ سب ایک دوسری زبان سے ماخوذ ہو کر اردو میں شامل ہوئے ہیں۔ فارسی ادب سے ماخوذ تلمیحات کو دو کلی حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا حصہ: وہ تلمیحات ہیں جو غیر اسلامی شخصیات اور وقایع سے مربوط ہیں۔ مثال کے طور پر: آئینہ سکندری، افراسیاب، اہرمن، زرتشت، کوہ بے ستون، (محمود نیازی، ص ۱۱) رستم، سہراب، سد سکندری، دارا، کیقباد و قیصر، جام جم و جمشید وغیرہ۔

غالب:

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
جام جم سے یہ میرا جام سفال اچھا ہے

(سید عابد علی عابد، ص ۱۱۸)

"جام جام" کی ترکیب تلمیح ہے جو ایران کے اساطیری بادشاہ جمشید کے اس مشہور آئینہ کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح اس شعر میں "جام سفال" کی ترکیب بھی قابل غور ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے مرزا غالب کی شاعری میں تلمیحات کی نئی معنویت کے بارے میں لکھا ہے: "ان کی جدت پسند طبیعت نے اردو کی پرانی تلمیحوں سے بالکل نئے معنوں اور تازہ ترخیالات کی ترجمانی کا کام لیا ہے۔" (فرمان فتحپوری، ص ۲۰۸)

غالب:

تیشے بغیر مر نہ سکا "کوہ کن" اسد
سرگشتہ خمار رسوم و قیود تھا
(ایضاً، ص۲۰۹)

غالب:

عشق و مزدوری عشرت گہ "خسرو"، کیا خوب
ہم کو تسلیم نکو نامی" فرہاد" نہیں
(ایضاً، ص۲۰۹)

غالب:

سلطنت دست بہ دست آئی ہے
جام مے، خاتم "جمشید" نہیں
(ایضاً، ص۲۱۰)

اہرمن: آتش پرستوں کا خدائے شر (سید حامد حسین، ص44)، آئینہ سکندر (ایضاً)، بہمن ایران کا ایک قدیم باشندہ اسفندیار کا بیٹا (ایضاً، ص۵۹) بہرام، بہرام گور (ایضاً، ص۵۸) خسرو پرویز (ایضاً، ص۶۱) آب بقا، آب زم زم ،آتش پرست، جمشید، جام جہاں نما، رستم و سہراب (ساحر لکھنوی، ص۱۱-۱۲)

اقبال:

گھر میں "پرویز" کی" شیریں" تو ہوئی جلوہ نما
لے کے آئی ہے مگر" تیشہ فرہاد" بھی ساتھ
(فضل الٰہی، ص۳۸)

اقبال:

گرچہ" اسکندر" رہا محروم آب زندگی
فطرت "اسکندری" اب تک ہے گرم ناؤنوش
(ایضاً)

اردو تلمیحات کا دوسرا حصہ اسلامی دور سے مربوط ہیں۔ ایسی تلمیحات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے بیشتر فارسی شعراء کے کلام میں مذکور ہوئی ہیں اور اردو شعراء نے فارسی شعراء کے تتبع میں ایسی تلمیحات کا اپنے کلام میں ذکر کیا ہے۔ البتہ یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ بعض ایسی اسلامی تلمیحات بھی ہیں جن کا ذکر پہلی مرتبہ کے لیے اردو شعراء نے کیا ہے۔ ایسی تلمیحات کے نمونے کثیر تعداد میں علامہ اقبال کے اردو اور فارسی کلام میں دستیاب ہیں۔ مثلاً: آب زم زم، آب حیوان، آب خضر، ابو تراب، ابن مریم، امام ضامن، انا لحق، بلقیس، بیت المقدس، پیر کنعان، بیت الحرم، وغیرہ (ایضاً، ص ۱۲-۱۱)

سودا:

سودا کے ہوتے " وامق " و " مجنوں " کا ذکر کیا
عالم عبث اکھاڑے ہے مردے گڑے گڑے

(یوسف حسین، ص ۴۲۱)

میر درد:

" مجنون " ہو خط " کوہکن " ہو
عاشق کے دوست دار ہیں ہم

(ایضاً، ص ۴۲۵)

غالب:

نہ چھوڑی " حضرت یوسف " نے یاں بھی خانہ آرائی
سفیدی " دیدہ یعقوب " کی پھرتی ہے زندان پر

(فرمان فتحپوری، ص ۲۱۱)

اردو میں مستعمل فارسی ضرب الامثال کی تعداد بھی توجہ طلب ہے۔ دیگر اقوام کی طرح ایرانی ثقافت میں بھی بہت سی ضرب الامثال موجود ہیں جو اپنی اپنی ثقافتی اور معاشرتی حالات کے پیش نظر لوگوں کی زبان پر چڑھی ہیں اور اوپر کی مذکورہ ادبی ضروریات کے تحت اردو ادب میں بھی راہ پا چکی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ہر قوم میں رائج ضرب الامثال، تعابیر اور اصطلاحات، اس قوم کے زبان و ادب کے اہم ستون ہوتی ہیں اور اس قوم کے ذوق طبع اور اس کی اخلاقی، روحی خصوصیات اس کے افکار و تصورات و رسوم و عادات کی نشاندہی کرتی ہیں۔ یہ ضرب الامثال اور اصطلاحات ہر قوم میں سینکڑوں، ہزاروں سال کے عرصے میں وجود میں آتی ہیں اور اس قوم کے قومی و ثقافتی اور اس

کے آداب ورسوم اور مذہب کے تحت ایک خاص جغرافیائی محدودے میں نمو پاتی ہیں۔(شکور زادہ بلوری، مقدمہ)اس اہمیت کے پیش نظر اردو میں موجود فارسی ضرب الامثال کا جائزہ بھی بہت اہم ہے۔ان ضرب الامثال کے اردو زبان وادب میں رواج سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ایرانی اور اردو زبان اقوام میں ایسی بہت سی ذہنی و فکری قربتیں ہیں جو ان ضرب الامثال اور اصطلاحات کو اپنی ثقافت میں جذب کر کے اپنے عندیہ کے اظہار کے لیے حسب موقع استعمال کرتی ہیں۔ذیل میں چند ایسی فارسی ضرب الامثال کا ذکر کیا جاتا ہے:

- از دل خیزد بر دل نشیند: دل سے اٹھتی ہے وہ دل پر ٹپکتی ہے یا پڑتی ہے۔(مقبول الہی، ص۳)
- اول خویش بعد درویش: پہلے اپنا آپ اور اس کے بعد محتاج یا فقیر۔اپنا آپ اور اس کے بعد محتاج و فقیر۔(ایضاً، ص۱۹)
- آب آمد تیمم برخاست: پانی موجود ہو تو تیمم کی اجازت نہیں۔(ایضاً، ص۲۴)
- آواز سگان کم نکند رزق گدارا: کتوں کی آواز بھیک مانگنے والے کے رزق کو کم نہیں کرتی۔(ایضاً، ص۳۰)
- برات عاشقان بر شاخ آھو: عاشقوں کا حصہ ہرن کے سنگھ پر ناممکن الوصول۔(ایضاً، ص۳۳)
- پای گدا لنگ نیست ملک خدا تنگ نیست: بھکاری کا پاؤں میں لنگ نہیں اور خدا کی زمین تنگ نہیں۔(ایضاً، ص۴۱)
- چو فردا رسد فکر فردا کنیم: جب کھلائے گی تو کل کا کام کروں گا۔(ایضاً، ص۵۹)
- خطای بزرگان گرفتن خطاست۔(ایضاً، ص۷۶)
- خود کردہ را علاج نیست لکھے کا علاج نہیں۔(ایضاً، ص۷۹)
- خود کردہ را تدبیر نیست: من نکردم شما حذر بکنید: میں نے نہیں کیا تم حذر کرو۔جب کوئی شخص اپنے اپنی بے تدبیری اور بے احتیاطی کی وجہ سے نقصان اٹھائے اور یہ اور چاہے کہ اس کے دوست احباب نہ اٹھائیں تو انہیں یہ کہہ کر خبردار کرتا ہے کہ میں نے تو احتیاط نہیں برتی آپ ضرور برتیں۔(ایضاً، ص۱۶۹)

اردو میں فارسی الفاظ کی تعداد ساٹھ فی صد بتائی جاتی ہے۔اس میں بڑی تعداد ان الفاظ کی ہے جو براہ راست فارسی سے اردو میں آئے قطع نظر اس کے کہ ان کا تعلق فارسی ایرانی سے تھا یا فارسی تورانی سے۔(محمد صدیق خان شبلی، ص57)اب اس بات کے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اردو فارسی کے دخیل الفاظ ہوں یا فارسی الفاظ میں تصرفات کا معاملہ ،اردو لفظ سازی ہو یا صرف و نحو کا باب اردو زبان وادب نے ہر دور میں فارسی زبان کے بھرپور اثرات قبول کیے۔جس سے کسی بھی اہل ادب کو مفر نہیں ہو سکتا۔

اس نا مختتم بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ کہنا ضروری ہے کہ اردو زبان وادب پر فارسی کے اثرات کی نشاندہی، مطالعہ اور تفسیر و تبیین سے یہ مراد ہے کہ سب سے پہلے اردو زبان بولنے اور سمجھنے والی نوجوان نسل اس حقیقت سے آگاہ

ہو جائیں کہ ان کے آباء واجداد کئی صدیاں ایرانی تہذیب و ثقافت یعنی ایک ایسے تہذیبی سر چشمہ سے مستفید ہوتے رہے ہیں جس کا شمار دنیا کی قدیم اور اثر گذار تہذیبوں میں ہوتا ہے۔اس لیے ان کو اپنے اس رشتے کو پہلے سے بھی زیادہ مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔کسی شخص یا ملک کو ایک زبان پر اجارہ داری نہیں ہو سکتی ہے۔زبان ایک آزاد مخلوق ہے اور اس کو ہر انسان اپنی ضروریات کے بیان کے لیے استعمال کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔اردو زبان میں فارسی الفاظ و تراکیب کا وجود دو خطۂ ارضی کے لوگوں کے درمیان غیر قابل انکار اشتراکات کی دلیل ھے اور اشتراکات ہی، تعلقات کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ایران اور برصغیر پاک وہند کے خطوں میں اشتراکات بہت وسیع ہیں۔اس لیے اشتراکات کی اس مضبوط رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی اشد ضرورت ہے تا کہ بے اصل یا بد اصل تہذیبوں کی ان مہیب یلغاروں کے سامنے ایرانی و پاکستانی لوگ اپنے وجود کو مستحکم بنا سکیں۔

حوالہ جات:

۱۔ تحسین فراقی، نکات (تنقیدی مضامین) ۲۰۱۸ء، مجلس ترقی ادب، لاہور

۲۔ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد اول ۲۰۰۸ء، مجلس ترقی ادب، لاہور، طباعت ہشتم

۳۔ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد دوم ۲۰۰۷ء، مجلس ترقی ادب، لاہور، طباعت ہفتم

۴۔ ساحر لکھنوی، مختصر فرہنگ تلمیحات و مصطلحات ۱۹۸۶ء، رتقا پبلشرز، لکھنؤ

۵۔ ساجد امجد، اردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات، ۱۹۸۹ء غضنفر اکیڈمی، کراچی،

۶۔ سلیم اختر، ادب اردو کی مختصر ترین تاریخ، ۱۹۹۱ء سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

۷۔ سید حامد حسین، اردو شاعری میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات، ۱۹۹۷ء بھوپال بک ہاؤس بدھارا بھوپال-انجمن ترقی اردو ہند اردو گھر نئی دہلی-مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی

۸۔ سید عابد علی عابد، البدیع، ۲۰۰۱ء سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

۹۔ سیدہ نزہت صدیقی، ن۔م راشد جدید اردو نظم کا سالک اعظم، نیا زمانہ، بابت ۱۰ مارچ ۲۰۱۹ء

http://niazamana.com/2016/01/noon-meem-rashid

۱۰۔ شکور زادہ بلوری، ابراہیم، دہ ہزار مثل فارسی و بیست و پنج ہزار معادل آنہا، ۱۳۷۲ ھ.ش/ ۱۹۹۳ء مؤسسہ چاپ و انتشارات آستان قدس رضوی، مشہد

۱۱۔ شبلی، محمد صدیق خان، اردو کی تشکیل میں فارسی کا حصہ، ۲۰۰۴ء، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول

۱۲۔ فرمان فتحپوری، اردو کے چار بڑے شاعر، ۲۰۱۰ء الوقار پبلی کیشنز، لاہور
۱۳۔ فضل الٰہی عارف، تلمیحات اقبال، مکتبہ شعر و ادب لاہور، سنہ ندارد
۱۴۔ فیض، احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، سنہ ندارد، مکتبہ کارواں، لاہور
۱۵۔ گوپی چند نارنگ، اردو غزل اور ہندوستانی ذہن و تہذیب، ۲۰۰۲ء قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی،
۱۶۔ گوپی چند نارنگ، فیض کا جمالیاتی احساس اور معنیاتی نظام، روزنامہ نوائے وقت، بابت ۱۹ نومبر ۲۰۱۴ء
https://www.nawaiwaqt.com.pk/19-Nov-2014/341729
۱۷۔ محمود نیازی، تلمیحات، نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۴ء لاٹوش روڈ، لکھنو
۱۸۔ غالب، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالب (کامل تاریخی ترتیب کے ساتھ)، اشاعت چہارم، ۲۰۱۲ء، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی
۱۹۔ مقبول الٰہی، اردو میں مستعمل عربی و فارسی ضرب الامثال، ۱۹۹۶ء مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد طبع اول
۲۰۔ راشد، ن-م، کلیات راشد، بار دوم، ۱۹۹۱ء، ماوراء پبلشرز، لاہور
۲۱۔ نور الحسن ہاشمی، ہندوستانی ادب کے ۱۹۸۸، ساہتیہ اکادمی،
۲۲۔ یوسف حسین، اردو غزل مع انتخاب ۲۰۱۰ء، الوقار پبلی کیشنز لاہور